آئندہ جماعت کے پھیلنے کا ہماری تربیت کی اہلیت سے تعلق ہے

(خطبہ جمعہ 5 / دسمبر 1997ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

گزشتہ جمعہ کے آغاز میں مَیں نے کچھ پاکستان کے حالات حاضرہ پر تبصرہ کیا تھا اور کچھ اندازے پیش کئے تھے جو اندازے دراصل ایک ایمانی کیفیت پر مبنی ہیں مگر ان کے پیش کرنے میں ایک لحاظ سے غلطی ہوئی۔ میں نے اندازہ پیش کیا تھا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ میرے ایمان کا حصہ ہے کہ پاکستان میں جو فسق و فجور اور فساد کا سیلاب بڑھتا چلا جارہا ہے، اونچا ہو رہا ہے بالآخر اس نے عدالت عظمیٰ کو بھی ڈبو دینا ہے اور ڈبو رہا ہے۔ عدالت عظمیٰ کہنا چاہئے یا عدالت علیاء یعنی سپریم کورٹ۔ اس سلسلے میں مَیں نے یہ اندازہ پیش کیا تھا کہ ممکن ہے کہ اس سیلاب کے نتیجے میں وہ کانسٹی ٹیوشن ہی بہہ جائے جس کانسٹی ٹیوشن نے ظلم و تعدی کا ایک سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ ظاہری لفظوں میں یہ غالباً نہ کہا ہو مگر مضمون یہی تھا جس سے بہت سے احمدی یہ امید لگا بیٹھے تھے کہ اس مرتبہ وہ کانسٹی ٹیوشن جس نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے رکھا ہے وہ پوری طرح اس سیلاب کی نظر ہو جائے گی۔ یہ اندازہ غلط نکلا اور خدا تعالیٰ کی تقدیر کسی اور طرح ظاہر ہوئی ہے۔

اس سلسلہ میں چند باتیں جن پر میں اصرار کرنا چاہتا ہوں خواہ آپ اسے سردست پوری ہوتی ہوئی نہ بھی دیکھیں لیکن آئندہ ضرور پوری ہوتی دیکھیں گے وہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں

اور موجودہ صورت حال نے جیسے پلٹا کھایا ہے وہ بھی آپ کو بتاتا ہوں۔خیال یہ تھا کہ عدالت علیاء یعنی سپریم کورٹ جس آئینی بحران کا شکار ہو چکی ہے اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ آئین جس نے عدالت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے وہ آئین بھی اس دور میں ہم سے رخصت ہو اور نیا آئین بنے جس میں انصاف اور تقویٰ پر بناء ہو۔ یہ توقع تھی اور اس توقع کی وجہ ملک کی خیر خواہی ہی تھی کیونکہ میں اب بھی یقین رکھتا ہوں کہ اگر یہ آئین جس کا میں ذکر کر رہا ہوں یہ اسی طرح رہنے دیا گیا اور کوئی اور تبدیلی کا دور ایسا نہ آیا کہ اس آئین کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دے تو یہ آئین ملک کو برباد کر دے گا اور اگر یہ آئین توڑا گیا تو بہتر ہے ورنہ یہ آئین ملک کو توڑ دے گا۔اس لئے آخری بھلائی اور خیر سگالی ملک کی ہے۔ یہ بات ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔یا آئین رہے گا ورنہ اس آئین کو ملک کے توڑنے کی کھلی چھٹی دے دی جائے گی۔ یہ کیسے اور کب ہو گا اللہ بہتر جانتا ہے۔مگر میرا یہ اندازہ تھا کہ شاید ابھی ارباب حل وعقد کو اتنی ہوش آچکی ہو کہ وہ دیکھ لیں کہ یہ آئین اب ملک کے کسی کام نہیں آسکتا۔ردی کا پرزہ ہے جسے پھاڑ دینا ضروری ہے اور اس آئین کے ساتھ اس ظلم کا بھی پھاڑا جانا ضروری تھا جو جماعت احمدیہ سے وابستہ ہے۔اس آئین میں جتنی دفعہ بھی تبدیلیوں کی کوشش ہوئی ہے ہر تبدیلی کے وقت انصاف کے اس تقاضے کو بھلا دیا گیا کہ بنیادی طور پر یہ آئین نہ وہ آئین ہے جو قائداعظم چاہتے تھے، نہ وہ آئین ہے جو انصاف اور تقویٰ کا تقاضا چاہتا ہے اور خصوصاً اس آئین میں بار بار جماعت احمدیہ کے بنیادی حقوق کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

یہ وجہ ہے جو میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر یہ قانون یا یہ بنیادی ملک کا قانون جماعتی حقوق کو اسی طرح نظر انداز کرتا رہا اور اس میں مناسب تبدیلیاں نہ لائی گئیں تو پھر یہ قانون خود اس ملک کو چاٹ جائے گا جس ملک نے ہمارے حقوق چاٹے ہوئے ہیں۔اس میں کسی انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں، کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔اس ملک کے قانون بنانے والوں کا خود اب آئندہ اس میں امتحان ہے کہ وہ ناجائز، غیر منصفانہ قانون کو ملک پر ٹھونسے رکھیں گے یا اسے تبدیل کریں گے۔ یہ پہلو جو ہے یہ درستی کے لائق اس لئے ہے کہ احباب نے میرے خطبہ سے کچھ ایسی توقعات وابستہ کر لی تھیں کہ گویا آئندہ جمعہ سے پہلے پہلے ملک کو ہوش آچکی ہو گی لیکن ان کی بدقسمتی کہئے یا خدا تعالیٰ کی تقدیر کہ کچھ مخفی پہلو تھے جو میری نظر میں نہیں تھے جن کی وجہ سے اب اس معاملے میں کچھ تاخیر ہے۔ جو مخفی پہلو تھے

ان میں سے ایک بات جو اب سامنے ابھری ہے وہ یہ ہے کہ جو صدر صاحب پہلے گزرے ہیں وہ خود ایک نامنصف صدر تھے اور جماعت اسلامی سے ان کے گہرے مراسم تھے جو شروع سے چل رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قاضی صاحب (مراد جماعت اسلامی کے لیڈر قاضی حسین احمد۔ مرتب) بے وجہ اچھلتے رہے ہیں یعنی پلّے میں کچھ ووٹ ہی نہیں تھے، ملک کی حمایت حاصل نہیں تھی لیکن شیخیاں ایسی بگھار رہے تھے کہ گویا سارے ملک پر قبضہ کرنے والے ہیں اور اس آئینی بحران سے پہلے ان کے بیانات سے یوں لگ رہا تھا جیسے آئندہ دو سال کے لئے ملک پر صدر کے طور پر ٹھونس دئے جائیں گے یا وزیر اعلیٰ کے طور پر ٹھونس دئے جائیں گے۔ چنانچہ کراچی میں جو جلسہ ہوا، دوسری جگہ جو انہوں نے بیانات دئے ان سب بیانات میں بچگانہ شوخی پائی جاتی تھی جس کا عقل سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایک ایسا جسے قوم بار بار رد کر چکی ہو، بڑے بڑے دعاوی کے باوجود، ٹیلی ویژن کے انتظامات کرنے کے باوجود قوم نے پہلے سے بھی بدتر سلوک کیا ہو اور محض ایک شیخی بگھارنے والے مولوی سے زیادہ اس کو وقعت نہ دی ہو ان کے یہ بڑے اصرار کے ساتھ دعاوی اور اس بحران کے دوران کراچی میں جا کر جلسہ عام میں یہ اعلان کرنا کہ بعید نہیں کہ یہ ملک اب دو سال کے لئے ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ دو سال کی مدت کا تصور کیوں آیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پانچ یا دس سال بھی تو ہو سکتا تھا۔ یہ کوئی اندر کھاتے جس کو کہا جاتا ہے ان کا کوئی معاہدہ صدر مملکت سے تھا اور وہ شروع سے ہی جماعت اسلامی کی حمایت کر رہے ہیں اس لئے بعید نہیں تھا کہ وہ اسمبلی کو محروم کر دیتے یعنی Dissolve کر دیتے اور پھر ان کو یہ بہانہ ہاتھ آ جاتا کہ وقتی طور پر، عبوری طور پر دو سال کے لئے ملک جماعت اسلامی کے سپرد کر رہا ہوں اور پھر ان کا خیال یہ تھا کہ جماعت اسلامی جو پر پرزے نکالتی تو اس کے نتیجے میں ہمیشگی کے لئے ان کو ملک پر مسلط کر دیا جاتا لیکن بعید نہیں تھا کہ پر کاٹ دئے جاتے جو جماعت اسلامی نکالتی اور ان کے مسلط ہونے کا سوال ہی کوئی نہیں تھا۔ اگر صدر صاحب یہ کوشش کرتے تو صرف اس صورت میں ممکن تھا کہ فوج ان کی حمایت کرتی اور ان کے ذہن میں یہ بات رچی بسی تھی کہ فوج میری حمایت میں ہے۔ اس بناء پر واقعۃً جماعت اسلامی کو مسلط کیا جا سکتا تھا اگر فوج کی پوری پشت پناہی حاصل ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ہے جسے ہم بظاہر ایک اپنے لئے مکروہ فعل دیکھ رہے ہیں کہ وہ انقلاب ابھی نہیں آیا کیونکہ اگر وہ انقلاب ابھی آ جاتا اور موجودہ ٹولے کو فوقیت مل جاتی تو یہ اسی

صورت میں ممکن تھا کہ ہماری فوج ان کے ساتھ ہوتی اور اگر فوج صدر صاحب کے ساتھ ہوتی تو لازماً انہوں نے دو سال کے لئے جماعت اسلامی کو مسلط کر دینا تھا۔

پس جس چیز میں ہم اپنی برائی دیکھ رہے ہیں خدا کی تقدیر کی نگاہ میں وہ بھلائی ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کیونکہ یہی تجزیہ جو حالات کا میں پیش کر رہا ہوں پاکستان کے کئی دوسرے دانشوروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی بلاء سے ملک کو بچالیا ہے مگر کچھ بلائیں ابھی باقی ہیں۔ وہ جو آئینی بحران ہے وہ تو جاری ہے اور آئندہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا یہ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے لیکن اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ آئینی بحران اسی طرح جاری ہے اور ابھی حل نہیں ہوا۔ بہت سے مقدمات جواب جاری ہوئے ہیں بعض لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ سابق چیف جسٹس کو ہٹانے کا یہ اقدام کریں تو اسی اقدام کے تحت آج جو سپریم کورٹ میں بہت سے جج مسلط ہیں ان کو بھی اسی اقدام کے تابع نکلوا دیا جائے۔ یہ جھگڑا، یہ لڑائیاں، یہ فسق و فجور، یہ فساد آپس کے یہ الزامات کہ کروڑ روپیہ کھا کر ججوں نے اپنے مؤقف کو بدلا ہے یہ اسی طرح فضا میں اچھل رہے ہیں اور پاکستان کا ایک بھیانک تصور باقی دنیا میں پیش کر رہے ہیں۔ ان حالات کو مستقل جاری نہیں رہنا۔ یہ حقیقت ہے اور جاری رہ ہی نہیں سکتے۔ جس ملک میں اس قسم کا فساد ہو آخر کچھ نہ کچھ اس فساد کے نتیجے میں انقلاب آنا چاہئے۔ وہ انقلاب اگر قانون یعنی موجودہ آئین کو بہانہ لے گیا تو پھر وہی بات ہوگی کہ آئین اس ملک کو بہالے جائے گا۔ یہ فکر ہے جس کے لئے میں جماعت کو بھی متوجہ کرتا ہوں کہ دعاؤں میں اس ملک کو یاد رکھیں۔ اکثر احمدیوں کا وطن نہیں ہے کیونکہ بھاری اکثریت احمدیوں کی اب دوسرے ملکوں میں پیدا ہو چکی ہے لیکن اگر میرا وطن ہے یا ان کا وطن ہے جن کی کوششوں اور قربانیوں سے دراصل ساری دنیا میں احمدیت پھیل رہی ہے تو پھر تمام دنیا کو اس ملک سے اس قدر ہمدردی ہونی چاہئے کہ اسے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کی بھلائی فرمائے اور ملک کی راہیں اور آئین تبدیل ہو لیکن ملک ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ یہ وہ دعا ہے جس کی طرف میں سمجھتا ہوں کہ توجہ کرنا لازم تھا۔

اور اب میں دعا ہی کے تعلق میں پھر نماز کے مضمون کو شروع کرتا ہوں۔ مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ جماعت کو کس قدر اس مضمون کی ضرورت ہے۔ ابتداء میں میں نے کہا تھا کہ دو تین خطبوں

میں یہ بات ختم کردوں گا لیکن میں حیران رہ گیا ہوں اس کثرت سے خطوط موصول ہوئے ہیں جو پہلے کبھی شاذ کے طور پر آیا کرتے تھے کہ ہماری نمازوں کے لئے دعا کریں۔ سینکڑوں سے زیادہ خطوط مل چکے ہیں شاید ہزار تک وہ تعداد پہنچ گئی ہو لیکن ان حالات میں سے جو لوگ گزر رہے ہیں، ان تجارب سے جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں ان کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ہوگی کیونکہ خط لکھنے کی صلاحیت کم لوگوں کو ہوا کرتی ہے اپنے جذبات کو کاغذ پر اتارنے کی طاقت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے لیکن جو خطوط آرہے ہیں ان سے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ بہت عرصے تک میری کوتاہی تھی جو میں نے اس مضمون کو اس شدت کے ساتھ نہیں اٹھایا۔ سینکڑوں خاندان ایسے ہیں جو لکھ رہے ہیں کہ ہماری نماز کے متعلق کایا پلٹ گئی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ساری عمر کی نمازیں ضائع گئی ہیں اب جو مڑ کے دیکھتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ یونہی نماز کی تصویر کھینچ رہے تھے جس میں جان کوئی نہیں تھی اور وہ لوگ جو نماز کے قریب بھی نہیں جاتے تھے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ سینکڑوں ایسے افراد ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر یہ تسلیم کیا ہے کہ ہم نماز کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے لیکن ہمارے خاندان نے ایسے سامان پیدا کر دئے ہیں کہ ہمیں آپ کی وہ ویڈیو دیکھنے اور سننے کی توفیق ملی اور اسی وقت ایک دم دل پلٹ گیا، اور اب نمازوں کی طرف توجہ ہے۔ پس یہ وہ بڑی وقت کی ضرورت تھی جو اس جماعت کے پھیلتے ہوئے دور میں انتہائی اہمیت رکھتی تھی۔ جماعت جس تیزی سے پھیل رہی ہے سب دنیا میں وہ معاملہ اب ملینز (Millions) تک جا پہنچا ہے اور بعید نہیں کہ وہ پچاس لاکھ تک اس سال پہنچ جائے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر موجودہ رفتار پچھلے سال سے بڑھ کر ضرور ہے۔ اگر چہ اتنی زیادہ نہیں کہ ہم کہہ سکیں کہ پچاس لاکھ کا ٹارگٹ ہم عبور کر لیں گے۔

یہ اللہ کی شان ہے، اللہ حکمتوں والا ہے وہ جانتا ہے کہ کس حد تک ہم تربیت کے اہل ہوئے ہیں اور آئندہ جماعت کے پھیلنے کا ہماری تربیت کی اہلیت سے تعلق ہے۔ اگر ہم زیادہ کو سنبھالنے کے اہل ہوئے تو ہمیشہ میری یہی دعا ہے کہ ہماری اہلیت سے زیادہ ہمیں نہ دینا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ دعا ضروری ہے کہ ہماری اہلیت بڑھا دے۔ تو اب سمجھ رہا ہوں کہ نماز کے خطبات کے نتیجے میں جو ایک عالمی انقلاب برپا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے وہ اہلیت بڑھانے کا سامان کیا ہے۔ اگر اسی طرح ہم اپنی نمازوں کی طرف متوجہ رہے اور تھکے نہ تو بلاشبہ تمام عالم کو ایک نئے دور میں داخل کرنے کی توفیق

ہمیں عطا ہوگی اور تمام نئے آنے والوں کی صحیح تربیت کی توفیق عطا ہوگی۔ پس اس پہلو سے میں شاید چند خطبے نماز ہی پر دوں کیونکہ جتنا پھل ان خطبوں کو لگا ہے اس سے پہلے شاید کبھی کسی دور کے خطبوں کو ایسا پھل نصیب نہیں ہوا۔

جن لوگوں کی روحانی کیفیتیں بدل جائیں، جب دل پلٹ جائیں، جب نمازوں کے لئے لوگ الٹ الٹ کر سجدوں میں پڑیں تو اس سے زیادہ اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل عبادات اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے اور عبادت میں جس قسم کا مزہ آنا چاہئے وہ مزہ نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے نہ رکھا ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اٹھا سکتا اور وہ اسے تلخ یا پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہئے۔''

یہ وہ احساس ہے جو اب بیدار ہوا ہے۔ پہلے لوگ بیمار تو تھے مگر بیماری کا فکر نہیں کرتے تھے، وہ فکر نہیں جاگا تھا۔ اب بار بار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمازوں کے متعلق اقتباسات پیش کرنے کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ وہ فکر جاگ اٹھا ہے اور بیمار اپنے آپ کو بیمار سمجھنے لگا ہے۔ اگر کوئی بیمار اپنے آپ کو صحت مند سمجھ رہا ہو تو وہ بیماری اس کے لئے جان لیوا بھی ثابت ہو تو اس کو پتا نہیں چلتا، اندر ہی اندر اسے کھاتی چلی جاتی ہے لیکن بیماری کا احساس پیدا ہونا کہ ہم بیمار ہیں یہی صحت کی طرف اٹھنے والا پہلا قدم ہے۔ دنیا میں تو یہ ہوتا ہے کہ صحت کی طرف بڑھنے کے لئے انسان قدم اٹھاتا تو ہے مگر صحت نصیب نہیں ہوتی۔ بسا اوقات اچھا معالج میسر نہیں آتا، بعض دفعہ اچھے معالج کو صحیح علاج نہیں سوجھتا، بعض دفعہ حالات کے تقاضے، غربت اور دوسرے گھریلو مسائل راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ ملک ملک کا فرق ہے۔ کسی ملک میں ترقی یافتہ علاج نصیب ہیں، کسی ملک میں نہیں نصیب۔ غرضیکہ بہت سے ایسے عوامل ہیں جو صحت کا احساس بیدار ہونے کے باوجود ایک مریض کو

صحت دینے کی راہ میں حائل ہوتے ہیں مگر نظام صحت جس کا روحانیت سے تعلق ہے اس میں ایک بڑی خوشخبری یہ ہے کہ احساس کے بیدار ہونے کا نام ہی صحت ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر ہم نماز کے لئے کوشش کریں اور مسلسل کوشش کریں کہ لطف آئے اور مزہ آ جائے اور ہمیں پوری طرح روحانی صحت نصیب ہو اور ایسا نہ ہو تو کیا یہ ساری نمازیں ضائع گئیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہرگز نہیں۔ یہ ایک جہاد ہے تم یہ جہاد کرتے رہو۔ بہت سے ایسے جہاد کرنے والے ہیں جن کا جہاد بظاہر بے کار جاتا ہے اور وہ فتح کا منہ نہیں دیکھ سکتے لیکن لڑتے چلے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ان کی زندگی کو بیکار سمجھو گے۔ کیا وہ ایک کامیاب جہاد میں حصہ لینے والے نہیں ہیں۔ پس تم کوشش کرتے رہو اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم اس کوشش سے ہارو نہیں اور ہمتیں توڑ کر نہ بیٹھ رہو تو جس وقت بھی تم پر موت آئے گی تم ایک نمازی لکھے جاؤ گے کیونکہ اللہ کی راہ میں تم نے جہاد سے روگردانی نہیں کی۔ جو مصیبتیں ٹوٹیں، گھر والوں کے بعض دفعہ طعنے بھی سننے پڑتے ہیں کہ اس پاگل کو کیا ہو گیا ہے۔ بعض دفعہ خاوند بیویوں پر ناراض ہوتے ہیں کہ ہر وقت مصلّی لئے بیٹھی ہو۔ یہ درست ہے کہ ہر وقت مصلّی لئے اس وقت نہیں بیٹھنا چاہئے کہ خاوند کے حقوق تلف ہوں مگر بعض بے صبرے بھی ہوتے ہیں جن کو مصلّی برا لگتا ہے۔ تو ایسے طعنے بھی سننے پڑتے ہیں اور ان کے متعلق بھی مجھ سے خطوں میں ذکر ہوتا رہتا ہے۔ بعض بچے اپنے ماں باپ کا شکوہ کر رہے ہیں کہ ہم نے نمازیں شروع کی ہیں تو ان کے مزاج بگڑ گئے ہیں۔ بعض بیویاں اپنے خاوندوں کا، بعض خاوند اپنی بیویوں کے شکوے کر رہے ہیں تو ایک لگن سی لگ گئی ہے۔ ایک آگ سی دلوں میں مشتعل ہو گئی ہے کہ خدا ہمیں توفیق دے تو ہم جیسا کہ نمازوں کا حق ہے وہ حق ادا کرنے کی توفیق پائیں۔ یہ لگن ہی دراصل صحت کی نشانی ہے اور کامیابی کا اعلان ہے۔ اگر یہ لگن جاری رہے اور میری دعا ہے، آپ سب کو بھی میں اس دعا میں اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتا ہوں کہ اب یہ لگن بجھنے میں نہ آئے۔ تو دلوں میں ایک آگ سی لگ گئی ہے کہ ہم اپنے گناہوں کو اس آگ میں بھسم کریں اور خدا کے حضور پاک دل لے کر نمازوں میں حاضر ہوا کریں۔ یہ دعا کریں کہ اب یہ آگ بجھنے میں نہ آئے یہاں تک کہ گناہ بھسم ہو جائیں اور یہی دعائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار جماعت کو دی ہیں اور

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ہمارا قدم کامیابی کی طرف اٹھ رہا ہے اور اس کامیابی نے دنیا کو کامیاب کرنا ہے۔ اس کامیابی نے اس دور میں احمدیت کی فتح کا اعلان کرنا ہے۔ پس نمازوں میں مشغول رہیں اور اس سے مزے اٹھائیں خواہ لذت آئے یا نہ آئے اگر نہ آئے تو اپنے آپ کو بیمار سمجھیں اور اس بیماری کے علاج کی طرف متوجہ ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے جو لذت سے انسان کو محروم کر دیتی ہے۔ دنیاوی مائدے اور کھانے سے اس کی مماثلت دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

> ”دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا ہوئی ہیں تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے؟۔ (جتنی بھی چیزیں خدا تعالیٰ نے انسان کو ودیعت فرمائی ہیں ان کے ساتھ ایک لذت وابستہ ہے۔) کیا اس ذائقہ، مزے اور احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں۔“

یہ زبان خدا نے منہ میں رکھی ہے جس کے اور فوائد کے علاوہ ایک یہ ہے کہ بہت سے مزوں سے زبان کے بغیر انسان لذت یاب نہیں ہوسکتا۔ باہر ایک انتظام ہے اندر اس انتظام کو قبول کرنے کے لئے ایک انتظام مقرر فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ کھانے میں مزہ نہ ہوتا تو تب بھی انسان نے زندہ رہنے کے لئے کھانا کھانا ہی تھا مگر کھانے پر ویسی محنت نہ کرتا جیسے اب اس کے مزے کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اکثر لوگ کھانے پر اس حد تک محنت کرتے ہیں، اس کو اچھا بنانے میں کہ زیادہ خرچ مزے پر ہے اور کم خرچ کھانے کے مادے پر یعنی وہ کھانا جس سے انسان زندہ رہ سکتا ہے اس پر اگر پانچ روپے میں کام بن جائے تو پچاس یا سو خرچ کریں گے یعنی زندہ رہنے کی خواہش کے علاوہ مزے کی خواہش ہے۔ اکثر انسان کو مزے کی خواہش اصل مقصد سے دور بھی لے جایا کرتی ہے اس تجزیہ کا بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی زندگی پر مختلف صورتوں میں اطلاق فرمایا ہے۔ یہ بحث میں بعد میں چھیڑوں گا لیکن اس وقت یاد رکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں:

> ”تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے؟، کیا اس ذائقہ، مزے اور احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں۔ کیا وہ خوبصورت

اشیاء دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات، حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟،
کیا دل خوش کن اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟''

اب یہ روزمرہ کے ہمارے تجارب ہیں لیکن کم ہیں جو غور کرتے ہیں کہ ایک خوبصورت نظارے سے زیادہ ہمیں کیا حاصل ہوا ہے لیکن لذت محسوس ہوئی ہے جس نے خوبصورتی کا شعور پیدا کیا ہے جس نے تناسب اور توازن کا شعور پیدا کیا ہے یا وہ شعور جو دل میں پیدا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حسن کے احساس کی خاطر تھا اور وہی خالق کا حسن ہے جو تخلیق میں جلوہ گر ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ہمیں کیا حاصل ہوا۔ اپنے گھر میں بیٹھے رہیں کوئی تکلیف نہ اٹھائیں اور مصیبت کر کے، تکلیف اٹھا کر، بوجھ اٹھائے ہوئے بڑے بڑے پہاڑوں پر چڑھائیاں کریں۔ اوپر جا کر آپ کو کیا ملتا ہے؟۔ خوبصورت نظارے دیکھتے ہیں مگر اس نظارے نے آپ کے جسم یا بدن کو کیا زائد عطا کیا۔ کچھ بھی نہیں، صرف ایک احساس ہے عظمت اور بلندی اور رفعت کا اور وہ احساس اتنا عزیز ہوتا ہے کہ گھر کے سارے آرام انسان اس پر تج دیتا ہے ان کو چھوڑ کر، اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال کر بھی یہ کوشش اور محنت کرتا ہے۔

یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لئے بیان فرما رہے ہیں کہ یہ بے مقصد نہیں ہے۔ ان ساری چیزوں کا انسانی تخلیق کے آخری مرحلے سے تعلق ہے جس میں انسان کو تمام مخلوقات پر ایک فضیلت دی گئی ہے۔ مگر اگر خدا تعالیٰ یہ بھی فرمائے کہ ہم نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جن چیزوں کی خاطر اسے پیدا نہیں کیا جاتا وہ تو لذت دیں اور عبادت لذت سے محروم رہے۔ یہ ایک بہت ہی اہم نکتہ ہے اور ایک ایسی منطقی دلیل ہے جسے توڑا نہیں جا سکتا۔ اگر خدا ہے جیسا کہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ ہر ادنیٰ چیز جس نے انسان کی ترقی میں حصہ لیا ہے اس میں تو خدا لذت رکھ دے لیکن عبادت کو لذت سے یکلخت محروم کر دے۔

اس دلیل کی بناء پر پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید امور بیان فرماتے ہیں جن پر غور کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمیں عبادت کا فلسفہ حقیقت میں سمجھ آ سکتا ہے اور لذت کا نہ پانا جو بظاہر عجیب لگتا ہے کہ کیسے نماز میں لذت آئے گی یہ سمجھنا مشکل نہیں رہتا۔ اگرچہ اس کا کرنا

آسان نہیں ہوتا مگر اسے کرنے کے لئے اور آخری نتیجہ حاصل کرنے کے لئے جس محنت کی ضرورت ہے ذہن اس محنت کی ضرورت کا قائل ضرور ہو جاتا ہے۔ دل اگر چہ اس محنت پر آمادہ نہ ہو مگر ذہنی صلاحیتیں دل کو مجبور ضرور کر سکتی ہیں کہ اس بات میں حقیقت ہے اس لئے آگے بڑھو اور کوشش کر کے بھی اس اعلیٰ مقام کو حاصل کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ”خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ نفس سے بالاتر اور بلند ہے۔“

اب یہ ایک عجیب سا تبصرہ ہے جو دنیا میں اکثر انسانوں کو اپنے تجربے میں درست دکھائی نہیں دیتا۔ بہت بڑے مخلصین دیکھے ہیں ہم نے، جو عبادت بجالاتے ہیں اور باقاعدگی سے عبادت بجالاتے ہیں لیکن وہ زور لگا کر عبادت بجالاتے ہیں اور ان کی عبادتیں محض اس وقت تک زندہ رہتی ہیں جب وہ اپنی ضروریات مانگنے پر زور دیتے ہیں۔ مگر محض عبادت میں لذت ہو یہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں آپ کے صحابہ میں ایسی مثال کثرت سے ملتی تھی کہ جو لوگ عبادت میں اٹک گئے تھے ان لوگوں سے ہم نے مسجدوں کو آباد دیکھا، مسجد مبارک میں بھی، مسجد اقصیٰ میں بھی۔ ان صحابہؓ کی یاد آتی ہے تو حیرت ہوتی ہے۔ اس وقت سمجھ نہیں آتی تھی کہ کیوں ان کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔ ایک معمولی قلی اور مزدور اور غریب لوگ جن کو باہر کی دنیا میں کمائی کے لئے وقت قربان کرنا پڑتا تھا اس وقت کو خوشی سے قربان کر کے پانچوں وقت مسجد پہنچا کرتے تھے۔ کچھ حلوائی تھے، کچھ مٹھائیاں بیچنے والے یا دودھ بیچنے والے، دہی بیچنے والے، مونگ پھلیاں بیچنے والے ایسے غریب غریب لوگ جو دوڑے ہوئے مسجد میں چلے آتے تھے اور ہر دفعہ ان کو دکان پہ تالے لگانے پڑتے تھے اور بعض ایسے بھی تھے جو بغیر تالوں کے، چونکہ چھابڑیوں میں تجارت کرتے تھے، بے تالوں کے اپنی چھابڑیاں چھوڑ جایا کرتے تھے اور اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے تقویٰ کا معیار بھی اتنا بلند تھا کہ کوئی ان چھابڑیوں کی طرف بری نظر نہیں ڈالتا تھا۔ مٹھائیوں کی دوکانیں خالی پڑی ہوئی ہیں قلاقند سامنے سجی پڑی ہے مجال ہے جو کوئی شخص اسے

اٹھانے کی جرأت کرے اور یہ واقعہ ایسا ہے جو میں روزانہ دیکھتا تھا۔ جب بھی اس بازار سے گزر ہو مثلاً سکول آتے یا جاتے اور نماز کا وقت ہو رہا ہو یا ہو چکا ہو تو وہ سجی ہوئی دوکانیں بغیر کسی دوکاندار کے اسی طرح پڑی رہ جاتی تھیں۔ پس کوئی وجہ ہے ان کو لازماً لذت محسوس ہوتی تھی نمازوں میں۔ اگر لذت محسوس نہ ہوتی تو اپنی دنیا کو تج کر اس طرح قربان کر کے وہ مسجدوں کی طرف نہ دوڑتے۔

پس یہ وہ لذت ہے جس سے دوبارہ آشنائی ضروری ہے اور اس آشنائی کے لئے محنت کرنی ہوگی اور الحمدللہ کہ وہ محنت شروع ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ لذت تمام حظوظ نفس سے بالاتر اور بلند ہے۔ یہ مقام حاصل کرنے میں ابھی بہت محنت کی ضرورت ہے لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اس مقام کی طرف آپ چلنا شروع ہو گئے ہیں اور یہ بھی ایک بہت بڑا اللہ کا احسان ہے جو ہمیں نصیب ہوا ہے۔ اتنی فکر ضروری ہے۔ اس فکر کے بغیر ہم زندہ رہ ہی نہیں سکتے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جس طرح پر ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے۔“

اگر لذت سے محروم ہے تو دوڑا پھرے گا۔ فرماتے ہیں انسان اپنی زوجیت کے تعلقات سے محروم ہو جاتا ہے تو کس طرح وہ ڈاکٹروں کے پاس دوڑا پھرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بعض ایسے بھی ہمارے علم میں ہیں جو زوجیت کے فرائض انجام دینے کے قابل نہ تھے اور انہوں نے خودکشی کر لی۔ فرمایا کہ اصل مقصد جس کے لئے یہ لذتیں نصیب ہوتی ہیں وہ اور تھا لیکن لذت اپنی ذات میں مقصد بن گئی اور ان سے محرومی کے نتیجے میں انسان دنیا چھان بیٹھتا ہے، ہر جگہ پہنچتا ہے کہ کسی طرح علاج ہو لیکن نماز جس کی لذت سب لذتوں سے بڑھ کر ہے اس کے لئے فکر مند نہیں ہوتا۔ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھ نہیں آرہی اس لئے کہ آپ ہم سے بہت اونچے ہیں اور بہت اونچائی سے نیچے دیکھنے پر بعض دفعہ نیچے کی باریک باریک حرکتیں سمجھ نہیں آرہی ہوتیں اگرچہ اس مضمون کا فلسفہ آپ سمجھتے ہیں مگر پھر بھی حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ہو کیسے سکتا ہے اتنی عظیم لذت اور دنیا کی لذتوں کے لئے انسان مارا مارا پھر رہا ہے کیڑوں کی طرح اپنی زندگی ضائع کر رہا ہے لیکن اس طرف توجہ نہیں۔ فرماتے ہیں:

''اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کمبخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہیں پا سکتا۔''

اب کمبخت انسان کہہ کر آپ نے اپنے دل کا غبار نکالا ہے۔ واقعۃً دل کا غبار نکالنے کے لئے اس سے بہتر اظہار ممکن نہیں تھا۔ انبیاء گالیاں تو نہیں دیا کرتے مگر کمبخت لفظ میں ایک قسم کا اظہار افسوس بھی ہے اور حقیقت حال بھی ، اس سے بہتر بیان نہیں ہو سکتی۔ کم بخت کا مطلب ہے جس کا نصیب چھوٹا ہے، بدنصیب کوتاہ دست ہے۔ اس اعلیٰ مقام تک ہاتھ پھیلائے بھی تو پہنچ نہیں سکتا۔ اس لئے فرمایا وہ کمبخت انسان ہے اس پر مجھے افسوس آتا ہے۔ پھر فرمایا عبودیت اور ربوبیت کے رشتہ کی حقیقت ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بہت ہی لطیف مضمون چھیڑا ہے جسے دنیا کے جاہل نہیں سمجھ سکتے اور بعضوں نے بہت شوخیاں دکھائی ہیں اس مضمون پر یعنی انسان کو دنیا کی لذتوں میں کھانے کے بعد یا بعض سائیکالوجسٹ کے نزدیک کھانے سے بھی پہلے جنسی تعلقات کی لذت افضل محسوس ہوتی ہے۔ اس کی طرف زیادہ زور سے کھنچے جاتے ہیں۔ فرائیڈ نے یہی نظریہ پیش کر کے ایک پوری نفسیاتی طب کی بنیاد رکھی تھی۔ اگر چہ اس نظریہ سے مجھے اختلاف ہے اور بھی بہت سے آج کل سائنس کے یعنی نفسیات کے ماہرین اس سے اختلاف کرنے لگے ہیں لیکن ایک بات اس نے ضرور محسوس کی تھی جو درست ہے وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ جنسی تعلقات کی لذت دوسرے تمام تعلقات میں ایک غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے اور تمام لذتوں میں سے اگر بالا نہیں تو تقریباً بالا ہے۔

فرماتے ہیں ربوبیت اور بندگی کے رشتے میں بھی ایک ایسا رشتہ ہے جسے کوتاہ عقل لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ وہ کہتے ہیں عبادت کا اس جنسی تعلق سے کیا رشتہ ہو سکتا ہے، کیا مماثلت ہو سکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں لذت تو ایک ہی چیز ہے خواہ وہ کسی چیز کی وجہ سے نصیب ہو بالآخر لذت اپنے تصورات کو پالینے کا نام ہے۔ اپنے مقاصد کو حاصل کرنا ہی لذت ہے اور اگر آپ مقاصد کو حاصل کرتے ہوئے لذت پاتے رہیں تو کچھ عرصہ کے بعد مقاصد نظر انداز ہو جائیں گے، لذت باقی رہ جائے گی۔ یہ وہ فلسفہ ہے جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام علماء اسلام سے بڑھ کر روشنی ڈالی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک کبھی کسی نے اس گہرائی سے یہ فلسفہ پیش نہیں فرمایا تھا اور

جن جاہلوں کو یہ انعام بانٹے گئے یعنی جہاں اور لوگوں کے علاوہ جاہلوں کو بھی یہ انعام بانٹے گئے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ (بنی اسرائیل:84) وہ تکبر کرتا ہوا، پہلوتہی کرتا ہوا پیچھے ہٹ گیا اور اعراض کیا اس نعمت سے۔

جماعت احمدیہ کو اس کی حقیقت کو سمجھنا چاہئے خواہ وہ شروع میں عجیب لگے لیکن بالکل درست ہے کہ ہر اعلیٰ لذت انسان کی تمنا کے آخری نقطے کے حصول کا نام ہے۔ اگر دنیا میں رہنا اور دنیا میں رہنے کا ذریعہ لذت کا موجب بن جائے تو اسی کا دوسرا نام جنسی لذت ہے۔ انسان جنسی لذت اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اس ذریعہ سے اس کا دنیا میں ہمیشہ کے لئے رہنا یعنی اس کی بقا ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غرض سے یہ لذت انسان کو عطا فرمائی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ نے یہ لذت نہ عطا کی ہوتی تو کوئی انسان یہ بھیانک تصور کر بھی نہیں سکتا تھا کہ مرد اور عورت ایک دوسرے سے خلاء ملا کریں۔ وہ پاگل تو نہیں ہو گئے خواہ مخواہ خلاء ملا کریں۔ ایک دوسرے کو جوتیاں ماریں اور دھکے دیں کہ یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم لوگ اور نسل انسانی دنیا سے مٹ جاتی مگر جنسی تعلقات اس کو جاری رکھنے کے ضامن نہ بن سکتے۔ فرمایا یہ بقاء لذت ہے اصل میں، اسے رفتہ رفتہ جنسی لذت سمجھ لیا گیا آخری تجزیہ میں بقاء کی لذت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ فرمایا بندہ اپنے رب سے تعلق کی بناء پر ایک دائمی بقاء حاصل کرتا ہے ایسی بقاء جسے دنیا کی بقاء کے مقابل پر وہی نسبت ہے جیسے آسمان کے مقابل پر زمین کو ہو۔ زمین زمین ہی ہے آسمان آسمان ہی ہے۔ پس اس آسمانی تعلق کو لوگ تعجب سے دیکھیں کہ اس کا جنس کے ساتھ کیا رشتہ بنا لیکن ناسمجھ ہیں جو اس تعلق کو نہیں سمجھ سکتے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے بقاء کے سوا جنس کی اور کوئی لذت نہیں ہے اور اگر اس بقاء کے خیال کو چھوڑ دو گے تو رفتہ رفتہ یہ لذتیں سب غائب ہو جائیں گی۔ اس کا ایک ثبوت ہم نے اس دنیا میں اس دور میں دیکھا ہے۔ ہم جنس پرست رفتہ رفتہ خدا کی لعنتوں کا شکار ہو رہے ہیں اور مٹائے جا رہے ہیں۔ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں اور معاشرے کو مبتلا کر رہے ہیں جو نسل انسانی کی بیخ کنی کر رہی ہیں اور ان کے مقابلے کی کوئی طاقت نہیں ہے۔ اب یہ آئندہ وقت آئندہ چند سال آپ کو بتائیں گے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تقدیر ان لوگوں کا صفایا کر رہی ہے جیسے حضرت لوطؑ کے زمانے میں ان بد بخت بستیوں کا صفایا کیا گیا تھا۔

تو ایک مقصد بھی ہے اور ایک مقصد پر نظر رکھنے والا بھی ہے یہ ایک دوسری بات ہے۔ اس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے کہ باطل نہیں ہے۔ جو اس کو باطل سمجھے گا وہ مٹا دیا جائے گا، اس کی ہستی باطل ہو جائے گی۔ پس لذتیں اس لئے عطا کی گئی تھیں کہ ایک مقصد حاصل کرنا تھا۔ مقصد کو بھلا کر لذتوں کی پیروی کرو گے تو اسی کا نام دنیا داری ہے، اسی کو مادیت کہا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے تمہیں ملانے کے لئے تمہاری بقاء اپنی ذات سے ملنے کے ساتھ معلق کر دی ہے۔ اگر تم ربّ کے بندے بنو گے اور بندے کی عبودیت کا ربّ سے تعلق قائم ہوگا تو جتنا یہ تعلق حقیقی ہوگا تمہیں اس کی لذت زیادہ محسوس ہوگی یہاں تک کہ دنیا کی ہر لذت اس کے سامنے حقیر ہو جائے گی۔ یہ وہ مضمون تھا جسے بعض بدبخت مولویوں نے نہ سمجھ کر طرح طرح کی پھبتیاں کسیں اور مذاق اڑاتے رہے، اب بھی اڑاتے ہیں۔ اپنے لٹریچر میں جو اس قسم کی لغویات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر کے پھیلاتے ہیں کہ گویا نعوذ باللہ من ذٰلک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں دنیا کی بیویوں کی طرح اپنے رب کے حضور پیش ہوا۔ اس قدر جاہلانہ حرکت ہے اور ان سے اس جاہلانہ حرکت کے سوا اور کوئی امید ہو بھی نہیں سکتی، ان کی اڑان ہے ہی نہیں۔ ان کو تو آسمان کی طرف چھلانگ لگانا بھی نصیب نہیں۔ یہ دنیا کے کیڑوں کی طرح گندگی چاٹتے رہتے ہیں اور اسی مضمون کو خدا کے پاک بندوں کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس ان کو بھول جائیں، ان کی ایذا رسانی کی پرواہ نہ کریں لیکن اس عرفان الٰہی پر ہاتھ ماریں اور مضبوطی سے اسے پکڑ لیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے۔ بندے کا ربّ سے تعلق اس کی بقاء کا ضامن ہے اور اگر عارضی دنیا کی بقاء لذت کا موجب ہو سکتی ہے تو اپنے ربّ سے دائمی بقاء کے تعلق میں جو لذت آنی چاہئے اگر وہ نہ آئے تو اپنی فکر کریں۔ یقیناً آپ بیمار ہیں۔ یہ بیماری ہے جس کی طرف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار توجہ فرماتے ہیں اور متوجہ کرتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا:

”عورت اور مرد کا جوڑ تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔“

جو میں آپ سے عرض کر رہا ہوں یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔ عورت اور مرد کا جوڑا ہمارے نزدیک اگر بہت ہی اعلیٰ ہو تو عظیم الشان لذتوں کا حامل ہو

سکتا ہے۔فرمایا:

''عورت اور مرد کا جوڑ تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں حقیقی، ابدی اور لذت مجسم جو جوڑ ہے وہ انسان اور خدا تعالیٰ کا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے۔''

اب دیکھیں کیسی عظیم بات ہے جو آپ فرما رہے ہیں اور ایسی بات ہے جو سراسر حقیقت ہے کچھ بھی اس میں مبالغہ نہیں۔فرماتے ہیں:

''کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزہ نہ آئے تو طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا ہے، روپیہ خرچ کرتا، دکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزہ حاصل ہو۔ وہ نامرد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کرسکتا بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔مگر آہ! وہ مریض دل، وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو عبادت میں لذت نہیں آتی؟''۔

اب مثال دنیا کی دی ہے لیکن اس دنیا کے روحانی پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے اور ایک دنیا کا مضمون کس طرح روحانیت کے مضمون میں تبدیل فرما دیا ہے۔

''مگر آہ وہ مریض دل، وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو عبادت میں لذت نہیں آتی۔اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی۔ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لئے کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔کس قدر بے نصیب ہے، کیسا ہی محروم ہے۔ عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے اور پالیتا ہے۔کیا ہوسکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذت کے علاج نہ ہوں؟ ہیں اور ضرور ہیں مگر تلاش حق میں مستقل اور پویہ قدم درکار ہیں۔۔۔''

کتنا عظیم الشان اور کتنا حقیقی مضمون ہے۔فرماتے ہیں جو علاج تلاش کرتا ہے اپنی لذتوں کے کھوئے جانے کو محسوس کرتے ہوئے ان کی تلاش شروع کرتا ہے ان کی کھوج میں مارا مارا پھرتا ہے

بسا اوقات وہ اپنے مقصد کو پا لیتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو طب کا نظام اور دانشوروں کے مشوروں کی کوئی بھی اہمیت باقی نہ رہتی لازماً وہ پاتا ہے یعنی ہر ایک ان میں سے نہیں پاتا مگر بہت ہیں جو پا لیتے ہیں اور اسی وجہ سے دنیا میں بعض علاجوں کی اور بعض معالجین کی شہرت ہوتی ہے۔ کئی دفعہ میں نے ایسے خطوط موصول کئے ہیں۔ آج بھی ایک خط ایک ہندو دوست کا میری نظر سے گزرا جو کینیڈا سے تشریف لائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ بیماری ہے بیگم کو، سب علاج کر کے دیکھے مگر کہیں کوئی فائدہ میسر نہ آیا۔ اب وہاں ایک احمدی دوست نے بتایا ہے کہ اس قسم کی بیماری کا آپ مؤثر علاج کر چکے ہیں تو میں اپنے خاندان کو کینیڈا سے لے کے آیا ہوں اور آپ کے پاس وقت نہیں تو کوئی شکوہ نہیں مگر اگر وقت دے سکیں تو میں ضرور ممنون احسان ہوں گا کیونکہ اور کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ اب دیکھ لیں انسان اپنی حاجت روائی کے لئے کس طرح دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ کسی سے سن لیا، کسی سے یہ بات اس تک پہنچی کہ کوئی کامیاب معالج ہے یہاں تک کہ بعض عطائی معالج بھی اس وجہ سے روزی کما رہے ہیں جو پیسہ کمانے کی خاطر جان کر اپنی مصنوعی شہرت کو ہوا دیتے ہیں اور اندر سے بات کچھ بھی نہیں نکلتی۔ مگر کبھی کسی مریض کو کوئی تکّا لگ گیا، کوئی فائدہ پہنچ گیا تو اس کے لئے ہر جگہ اتنی شہرت خود پھیلانے کا انتظام کرتے ہیں کہ دور دور سے لوگ ان کے پاس آ کر اپنے پیسے ضائع کرتے ہیں لیکن نماز کی لذت کے لئے کبھی کسی نے ایسے سفر کئے ہیں حالانکہ دنیا کی جستجو کامیاب ہوتی ہے تو یہاں دل میں کامیابی کا یقین کیوں نہیں ہے۔ یہ یقین کا فقدان ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عبارت میں توجہ دلائی ہے۔

> ’’کیا ہو سکتا ہے کہ مستقل ابدی لذت کے علاج نہ ہوں؟ ہیں اور ضرور ہیں مگر تلاش حق میں مستقل اور پویہ قدم درکار ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ:101، 102)

مستقل تو پتا لگ گیا لوگ عمر بھر ان علاجوں کی تلاش میں وقت لگاتے ہیں کچھ پا بھی جاتے ہیں، کچھ نہیں بھی پاتے اس لئے استقلال تو ضروری ہے۔ پویہ قدم بہت ہی پیارا محاورہ ہے۔ پویہ قدم درکار ہیں، پویہ قدم سے مراد یہ ہے کہ جیسے گھوڑا ایسی چال چلتا ہے جس چال سے وہ تھکن محسوس نہیں کرتا۔ چلنے سے تھکن محسوس کرتا ہے تیز دوڑنے سے تھکن محسوس کرتا ہے لیکن پویہ قدم جب اٹھاتا ہے

تو وہ چال ہلکی بھی ہوتی ہے اور سواروں کو اس کا تجربہ ہے اس پو یہ چالی پہ پڑ جائے تو وہ سارا دن بھی چلتا رہے اس کو تھکاوٹ نہیں ہوگی اور چال نرم ہوتی ہے۔ تو اس پو یہ لفظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت سی نصیحتیں ہمارے لئے رکھ دی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے یہ جو فرمایا تھا کہ نیکیوں کے حصول میں نرمی کرو اور ایک دم اتنی محنت نہ کرو کہ تمہارے بدن ٹوٹ جائیں، تمہاری ہمتیں جواب دے جائیں۔ کچھ تھوڑا سا صبح چلو، کچھ دوپہر کو آرام کرلو، کچھ شام کو چلو۔ آخر یہ سفر کامیابی پر منتج ہوگا۔ پس پو یہ قدم، اس لئے ضروری لفظ پو یہ ہے کہ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے اور نماز اہمیت کے لحاظ سے جتنی بھی اہم ہو اسے افراتفری میں حاصل نہیں کیا جاسکتا یعنی تیز دوڑ کر، بے لگام دوڑ کر آپ اگر کوشش کریں کہ ایک دم نماز کے اعلیٰ مقصد کو حاصل کرلیں، اس پر پنجہ مارلیں تو نامرادی ہوگی اور اس سے دل اور بھی ٹوٹے گا، ہمت اور بھی جواب دے جائے گی اس لئے جماعت کے وہ سب دوست جو اس دور میں داخل ہوئے ہیں ان کو میں اس لفظ پو یہ کی طرف متوجہ کر کے نصیحت کر رہا ہوں کہ بے قراری اور بے چینی تو رکھیں دل میں لیکن ایسا اظہار نہ کریں کہ ہفتہ ہوگیا، دس دن گزر گئے، مہینہ ہوگیا ہمیں وہ مل ہی نہیں رہا ابھی تک، جو ملنا چاہئے۔ یہ بے چینی اگر آپ دکھائیں گے تو آپ کو ثبات قدم نصیب نہیں ہوسکتا۔ ثبات قدم پو یہ چال سے ہی نصیب ہوگا یعنی صبح بھی کوشش کریں، دوپہر کو بھی، رات کو بھی اور یقین رکھیں کہ اس چلنے سے منزل قریب آرہی ہے اور کسی وقت بھی آپ منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

پس اگر اس میں صبر اور استقامت دکھائیں گے اور نرمی اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عظیم الشان فوائد آپ دیکھیں گے اور اس کا کچھ طریق یہ ہے کہ نماز کے معاملات پر تھوڑا تھوڑا غور ہر نماز میں ضرور کریں۔ میں نے بچوں کی کلاس میں اب نماز کے سبق جاری کئے ہیں اس کے متعلق بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے غیروں کی طرف سے، بعض غیر احمدیوں کی طرف سے بھی بہت ہی اعلیٰ تاثرات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو اردو کلاس سے ایک نعمت مل گئی ہے اور نماز کے متعلق چونکہ بچوں کو سمجھانے میں مجھے محنت کر کے چھوٹی چھوٹی باتیں کرنی پڑتی ہیں جو دلنشین ہو جائیں اور جنہیں چھوٹی عمر کا یعنی موٹا بچہ بھی سمجھ جائے اور بڑا بچہ یعنی غانا کے ہمارے دوست آڈو صاحب بھی سمجھ سکیں اس لئے اس محنت کے دوران اکثر سمجھ جاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے بعض

ماؤں نے لکھا ہے کہ ہمارے بچے بھی اب سمجھنے لگ گئے ہیں وہ ہمیں بتانے لگے ہیں کہ یہ نماز کا مطلب ہے۔

تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس پو یہ والے حصے کو بھی آپ لوگ ذہن نشین رکھ کر ساتھ لے کر آگے بڑھیں گے۔ ان کو جو میں نے ترکیب بتائی تھی پرسوں اردو کلاس کو، وہ یہ ترکیب تھی کہ ہر نماز میں ساری نماز پر پورا غور ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر آپ پورا غور کرنے کی کوشش کریں گے تو ایک دو نمازوں کے بعد ٹوٹ کر بیٹھ جائیں گے۔ آپ کو کوشش کرنی چاہئے کہ ہر نماز میں نماز کا کوئی حصہ اپنے لئے خالص کر لیں اور اس خاص حصے پر غور کریں۔ مثلاً سورہ فاتحہ اور باقی سب نمازوں کے متعلق میں ان کو بتا چکا ہوں کہ کیسے کیسے غور کریں گے تو کیسے ان کو لذت محسوس ہوگی۔ یک لخت نہیں ہوسکتی۔ کوشش کرنی چاہئے مثلاً ایک نماز میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ پر غور شروع کر دیں۔ اب کون بچہ ہے جو رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کا مضمون نہیں سمجھتا کیونکہ یہ اس کے کھانے کی لذت سے تعلق رکھنے والا ایک مضمون ہے اس سے بہت زیادہ وسیع ہے لیکن کھانے سے تعلق ایک ایسا تعلق ہے جو ہر بچے کو ہے۔ چنانچہ جب رَبِّ کے متعلق وہ کسی ایک نماز میں غور کریں گے تو بڑی آسانی کے ساتھ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے ساتھ ایک تعلق بڑھے گا اور اس کی عظمت کا مضمون دل پر کھلے گا۔ پھر آہستہ آہستہ جب میں نے ان کے کھانے کے حوالے سے باتیں کیں تو چھوٹے سے چھوٹے بچے کا بھی منہ کھل اٹھا کہ اچھا یہ مطلب ہے رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کا، ہمیں جو کھانا دیتا ہے، مزہ آتا ہے، بیمار ہوں تو مزہ نہیں آتا۔ تو کس کو بلانا ہے یہ باتیں ان کی سمجھ میں آ گئیں۔ اگر ان کی سمجھ میں آ گئی ہیں تو جو بڑے مخاطب ہیں ان کی سمجھ میں کیوں نہ آئیں۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ اس سبق کو آپ خوب ذہن نشین کریں گے اور آئندہ پھر جو بقیہ اقتباسات ہیں وہ اس کے بعد پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ